ولادت رسول اکرم ص و امام جعفر صادق ع اور ہفتہ وحدت کی مناسبت سے خطاب - 14 /Oct/ 2022

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم (1)

الحمدللہ ربّ العالمین والصّلاۃ والسّلام علی سیّدنا محمّد و آلہ الطّاھرین و صحبہ المنتجبین و من تبعھم باحسان الی یوم الدین.

میں معزز مہمانوں، ملک کے معزز حکام، ہفتہ وحدت کے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہتا ہوں، اور میں پیغمبر اکرم (ص) اور حضرت امام جعفر صادق (ع) کی ولادت باسعادت کی مبارکباد پیش کرتا ہوں آپ سب کو جو یہاں موجود ہیں اور ایران کے تمام لوگوں اور دنیا کے مشرق و مغرب میں تمام اسلامی امت کو۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ، اس عظیم ہستی کی عنایت اور انکے صدقے الٰہی عنایت کی برکت سے ملت اسلامی اور امت اسلامیہ کے لیے ترقی کی منازل طے کرسکے گی۔

بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منفرد شخصیت میں ایک نقطہ اوج ہے جو کہ آغاز رسالت ہے ؛ بعثت کا نقطہ۔ ویسے حضور ص کی ذات پورے عالم میں ایک منفرد شخصیت ہے۔ اس شخصیت کا نقطہ اوج اس عظیم انسان کے پاکیزہ دل اور الہی عظمت و کبریائی اور الہی حکمت کے خزانے کے درمیان تعلق کا برقرار ہونا ہے۔ بعثت کا مرحلہ ؛ یہ درست ہے، لیکن رسول اللہ ص کی زندگی کے تمام پہلو حتی بعثت رسالت کے بعد بھی بعثت سے متاثر اور متعلق ہیں۔ یعنی یہ تصور نہیں کیا جائے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آغاز رسالت سے پہلے ایک عام آدمی کی زندگی بسر کی تھی۔ نہیں، اس معزز انسان کے اعمال و سکنات، اس بزرگ ہستی پر خدا کی نعمتیں، اس ہستی کے وجود کی وجہ سے دنیائے مادی میں جو برکات مبذول ہوئی ہیں، یہ سب غیر معمولی ہیں، یہ سب اس عظیم انسان کی شخصیت کے نقطہ اوج سے متناسب ہیں، جو بعثت کا مسئلہ ہے۔ خداتعالیٰ کی عظمت کے آثار آنحضرت ص کی زندگی کے تمام ادوار میں، حتیٰ کہ پیدائش کے وقت بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ ٹھیک ہے، آج ہم نے اس عید کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی مناسبت پر منایا۔ یہاں تک کہ اس معزز انسان کی ولادت کے دن بھی خدائی نعمتوں کی نشانیاں اور اثرات - جن کا اصل ذریعہ وہی اعلیٰ ترین نقطہ یعنی بعثت ہے - کا انسان مشاہدہ کرتا ہے۔ انسان توحید کے اثرات اور توحید کی عملی علامات کو آپ ص کی ولادت کے دن بھی دیکھتا ہے۔ خانہ کعبہ کے اندر سے لے کر، بت گرائے جانے تک، یہاں تک کہ اس دور کے بڑے طاغوتی بتوں سے مقابلہ۔ یا یہ کہ فلاں مقدس جھیل سوکھ جاتی ہے، فلاں نام نہاد مقدس مندر کی آگ بجھ جاتی ہے، کسرہ کے محل میں دڑاڑ پڑ جاتی ہے، کسرہ کے محل کی کانگریسیں گر جاتی ہیں۔ یہ واقعات رونما [ہوتے ہیں]۔ اس لیے ولادت کا دن کوئی عام دن نہیں ہے۔ یہ ایک بہت اہم دن ہے، بہت بڑا دن ہے۔ اس موقع پر ہم اس دن کو عید کے طور پر مناتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ عید منانے کا مطلب صرف جشن اور وقت گزرانی اور یادگاری منانا اور اس طرح کی چیزیں نہیں ہیں۔ عید منانا سیکھنے کیلئے ہے، حضور ص کی نمونہ عمل بنانا ہے۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے ؛ آج انسانیت کو اس کی ضرورت ہے، امت اسلامیہ کو آج اس کی ضرورت ہے۔ ہمیں درس لینا چاہیے ۔ لہٰذا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ولادت مبارک کی یاد کو زندہ رکھنا اس لیے ہے کہ ہم اس مبارک آیت کے مندرجات کہ جس میں کہا گیا ہے: «لَقَد کانَ لَکُم فی رَسولِ اللهِ اُسوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَن کانَ یَرجُو اللهَ وَ الیَومَ الآخِرَ وَ ذَکَرَ اللهَ کَثیرًا» (2) پر عمل

کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسوہ حسنہ ہیں ۔ قرآن واضح طور پر یہ کہتا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ یعنی یہ ایک ایسا نمونہ عمل ہے جس کی ہمیں پیروی کرنی چاہیے۔ ایک بلند چوٹی پر واقع ہے، ہمیں اس پستی سے اس چوٹی کی طرف آگے بڑھنا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے اس چوٹی کی طرف بڑھے۔ اسوہ کا مطلب یہ ہے۔

اب جب ہم اس نمونے اور مثال کی پیروی کرنا چاہتے ہیں تو جو اسباق موجود ہیں وہ صرف ایک یا دو نہیں ہیں، سینکڑوں اسباق ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی زندگی میں، گھریلو زندگی میں، نبی کے طرز حکومت میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سماجی شخصیت میں اپنے رفقاء کے ساتھ، اپنے دشمنوں کے ساتھ، مومنین کے ساتھ، کافروں کے ساتھ، سینکڑوں اسباق ہیں۔ بنیادی اور اہم اسباق میں آج ان میں سے ایک سبق پیش کرنا چاہتا ہوں، اور وہ ہے اس عظیم آیت کا مواد، جس میں کہا گیا ہے: لَقَد جاءَکُم رَسولٌ مِّن اَنفُسِکُم عَزیزٌ عَلَیهِ ما عَنِتُّم حَریصٌ عَلَیکُم بِالمُؤمِنینَ رَؤُفٌ رَّحیمٌ ؛ [3] [آیت فرماتی ہے:] تمہاری تکلیفیں اس کے لیے تکلیف دہ ہیں، سخت ہیں۔ تم جو دکھ جھیل رہے ہو، پیغمبر تمہارے دکھ سے رنجیدہ ہیں۔ بلاشبہ یہ پیغمبر کے ہم عصر مسلمانوں کے لیے مخصوص نہیں ہے، یہ آیت پوری تاریخ کے تمام مومنین سے مخاطب ہے۔ یعنی آج اگر آپ فلسطین میں مصائب میں مبتلا ہیں، میانمار میں، اور مختلف جگہوں پر مسلمان مصائب کا شکار ہیں، تو جان لیں کہ ان مصائب سے پیغمبر اکرم ص کی پاکیزہ روح کو تکلیف پہنچتی ہے۔ یہ بہت اہم ہے۔ ہمارے نبی ص ایسے ہیں۔ حضورؐ کی یہ کیفیت جس کا اظہار اس آیت مبارکہ میں ہوا ہے، دشمنوں کے حالات کے بالکل برعکس ہے، جو اس آیت میں بیان شدہ ہے: یا اَیُّهَا الَّذینَ آمَنوا لا تَتَّخِذوا بِطانَةً مِن دونِکُم یَألونَکُم خَبالًا وَدّوا ما عَنِتُّم (4) یہاں [دشمنوں کے لیے] "ودوا ما عنتم" ؛ آپ کی تکلیف انہیں خوشحال کرتی ہے۔ آج ہم اس طرح ہیں ؛ موجودہ دنیا میں ہماری پوزیشن جاننے پر توجہ دیں۔

ایک طرف ایسا مقدس وجود ہے جو کہ "عَزیزٌ عَلَیهِ مَا عَنِتُّم" ہے، دوسری طرف ایک محاذ ہے کہ " وَدُّوا مَا عَنِتُّم"۔ وہ آپ کے دکھ سے خوش و خرم ہیں۔ آپ کی مصیبت سے وہ خوشی محسوس کرتے ہیں۔ قدرتی طور پر جب اس محاذ کی ایسی حالت ہو تو وہ آپ کو مشکلات اور مصائب کی طرف دھکیلنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہمیں اس صورت حال کو سمجھنا، جاننا، اس پر توجہ دینی چاہیے۔

تو اس وقت امت اسلامیہ کے ان مصائب کی وجہ کیا ہے؟ مسلم قومیں معاشیات، سیاسی دباؤ، اختلاف اور خانہ جنگی، تسلط و تصرف، استعمار اور نوآبادیاتی نظام وغیرہ کے لحاظ سے اتنا رنج کیوں جھیل رہی ہیں؟ اس مصائب کی وجہ کیا ہے اور کیوں مسلمان اس مصیبت میں مبتلا ہیں؟ اس کے کئی اسباب ہیں، اس کے متعدد اسباب ہیں۔ علمی پسماندگی اس کی ایک وجہ ہے۔ نوآبادیاتی نظام کے سامنے ہتھیار ڈالنا اس کے اسباب میں سے ایک ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں کہ اب جو لوگ اہل سیاست ہیں، جو سیاسی اور سماجی مسائل کا تجزیہ کرتے ہیں اور ان جیسے لوگ جنھوں نے ان شعبوں میں کام کیا ہے، ہزاروں مضامین لکھے جا چکے ہیں، لیکن ان عوامل میں سے ایک جو سب سے اہم یا اہم ترین عامل ہو سکتا ہے، مسلمانوں کی تقسیم ہے۔ ہم اپنی قدر نہیں جانتے، ہم ایک دوسرے کی قدر نہیں جانتے ؛ ہمارے کام کے ساتھ بڑا مسئلہ یہ ہے ؛ ہم ایک دوسرے سے بچھڑ گئے ہیں، جدا ہوچکے ہیں ۔

جب ہم تقسیم ہوتے ہیں، جب ہم ایک دوسرے کے خیر خواہ نہیں ہوتے، جب ہم بعض اوقات ایک دوسرے کے

بدخواہ بھی ہوتے ہیں، تو نتیجہ یہی ہونا ہے۔ یہاں ایک بار پھر، قرآن واضح ہے، واقعی، انسانی زندگی کے ان مسائل میں، ہمارے پاس کوئی اہم نقطہ نہیں ہے جس میں قرآن واضح طور پر بات نہیں کرتا ؛ یہاں بھی، قرآن یہ کہتا ہے: "وَ اَطِیعُوا اللهَ وَرَسُولَهُ وَ‌لا تَنَازَعُوا فَتَفشَلُوا وَ تَذهَبَ رِیحُکُم" (5) جب تم اختلاف کرو گے تو ڈھیلے ہو جاو گے۔ ڈھیلے ہونے کا مطلب سستی ہے۔ "وَ تَذهَبَ رِیحُکُم" کا مطلب ہے تَذهَبَ عِزّکم ؛ اس کا مطلب ہے کہ تمہاری عزت ختم ہو جائے گی۔ جب آپ آپسی اختلاف کریں گے تو آپ کو زمین بوس کیا جائے گا، آپ کو ذلیل کیا جائے گا، اور آپ زبردستی دوسروں کو اپنے آپ پر غلبہ پانے کے ذرائع فراہم کریں گے۔ یہ تفرقہ کا نتیجہ ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے خطبہ قاصعہ میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے جو نہج البلاغہ کے اہم ترین خطبوں میں سے ایک ہے۔ امیر المومنین اپنے سامعین کو تاریخ کی طرف رجوع کرنے کو کہتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ماضی کے لوگوں کو دیکھو، جب وہ اکٹھے تھے، ان میں اتفاق تھا، کیا وقار پایا، کیا عزت پائی، لیکن جب وہ اتحاد کی حالت چھوڑ گئے، فَانظُروا اِلَی ما صاروا اِلَیهِ فی آخِرِ اُمورهِم حینَ وَقَعَتِ الفُرقَةُ وَ تَشَتَّتَتِ الاُلفَة۔ اس کے بعد انہی موضوعات سے متعلق چند جملے ہیں، پھر فرماتے ہیں کہ جب یہ اس طرح ہو گیا کہ جب تفرقہ، جدائی اور دشمنی کا راج ہو گیا، تو قَد خَلَعَ اللهُ عَنهُم لِباسَ کَرامَتِهِ وَ سَلَبَهُم غَضارَةَ نِعمَتِهِ (6) اللہ تعالیٰ نے لباس کرامت کو انکے اوپر سے اتار دیا۔ ان کا جو وقار تھا، ان کی جو عزت تھی، جو نعمت خدا نے انہیں دی تھی، وہ اختلاف اور تفرقہ کی وجہ سے ان سے چھین لی گئی۔

ہمیں واقعی اس کے بارے میں سوچنا ہوگا۔ آئیے "اتّحاد بین مسلمین" کے اس مسئلے پر غور کریں۔ آج دشمن اس کے بالکل برعکس چاہتا ہے۔ انہوں نے اس خطے میں غاصب صیہونی حکومت کے نام پر سرطانی غدے کا ایک بوسیدہ بیج بویا جو مغرب، اسلام کے دشمنوں کا اڈہ بن سکے۔ کیونکہ اس وقت انہوں نے وسیع عثمانی ریاست کو کئی ممالک میں تقسیم، تباہ اور متفرق کیا تھا، ان کے لیے یہاں ایک اڈہ ہونا چاہیے تھا جس کے ذریعے وہ مسلسل قبضہ برقرار رکھ سکیں، تاکہ وہ اس خطے میں عظیم مقاصد کو حاصل نہ ہونے دیں۔ یہ اڈہ وہی مظلوم فلسطین تھا جہاں ان بدمعاش، بدعنوان، قاتل اور بے رحم صہیونیوں کو لایا گیا، انہوں نے ایک جعلی حکومت بنائی، انہوں نے اس مقصد کے لیے ایک جعلی قوم بنائی۔ خیر، مسلمان بھی باخبر تھے۔ اب [دشمن] کوشش کر رہے ہیں کہ اس نقصان دہ غدے یعنی کینسر کے اس پھیلے ہوئے خلیے کو "دشمن" کے عنوان سے نکال کر خطے کے ممالک کے درمیان مزید اختلافات پیدا کریں۔ وہ ہر جگہ قابض ہورہے ہیں۔ یہ سیاسی تعلقات کو معمول پر لانا اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ سب سے بڑی خیانتوں میں سے ایک ہیں۔ تفرقہ ایجاد کرنا، اختلاف کو ہوا دینا۔ دشمن ایسا ہے۔ دشمن ہر وقت مصروف عمل ہے۔

ہمیں یوم ولادت سے اس طرح استفادہ کرنا چاہیے: لَقَد کانَ لَکُم فی رَسولِ اللهِ اُسوَةٌ حَسَنَة ؛ اور اللہ کے رسول کا حال جو ہم نے بیان کیا وہ کچھ اس طرح ہے۔ اور اسی لیے ہم نے اسلامی جمہوریہ میں اس دن کو عید کا دن قرار دیا، ہم نے اسے یوم وحدت بنایا۔ یعنی 12 ربیع الاوّل جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے لیے سنی روایت ہے سے لے کر 17 ربیع الاوّل تک جو کہ شیعہ روایت ہے، ہم نے ان دونوں کے درمیان ایک جشن کا ہفتہ قرار دیا، اور اس کا نام رکھا "ہفتہ وحدت"۔ یہ اچھا کام تھا، لیکن [یہ نعرہ] عملی ہونا چاہیے، ہمیں اس پر عمل درآمد کی طرف جانا چاہیے۔

اب آپ کہہ سکتے ہیں: "ہم ان ممالک کے لیڈر نہیں ہیں" ؛ ہاں، لیڈروں کے مقاصد اور ہوتے ہیں، ان کے سیاسی

مقاصد ہوتے ہیں، ان کے مقاصد دوسرے ہوتے ہیں، لیکن دانشور، اسکالر، ادیب، شاعر، کسی ملک کے خواص، ملک کے ممتاز افراد اور خواص ماحول کو دشمن کی چاہت سے مختلف بنا سکتے ہیں۔ جب ماحول مختلف ہوگا تو اس نتیجے تک پہنچنا آسان ہوگا۔

اب اتحاد کا کیا مطلب ہے؟ اتحاد سے مراد یقیناً مذہب کا اتحاد نہیں ہے۔ یعنی یہ کہ یہ اس کا مذہب قبول کرلے، دوسرا اس کے مذہب میں آجائے، ایک مذہب واحد [ہو] ؛ نہیں، یہ یقینی طور پر مراد نہیں ہے۔ کوئی جغرافیائی اتحاد بھی مراد نہیں ہے۔ جیسا کہ 1960 اور 1970 کی دہائیوں میں ہوا، جب کچھ عرب ممالک نے ایک اتحاد بنایا اور اعلان کیا کہ وہ ایک ہیں، جو نہیں ہوا، نہ ہی ہو سکتا ہے اور ممکن نہیں ہے۔ یہ معنی بھی مراد نہیں ہے۔ اتحاد کے معنی امت اسلامیہ کے مفادات کے تحفظ کے لیے اتحاد ہے۔ پہلے اس بات کی نشاندہی کریں کہ امت اسلامیہ کے مفادات کہاں ہیں، کیا ہیں اور پھر اقوام اس پر متفق ہوجائیں۔ اگر حکومتیں اس راہ پر گامزن ہو جائیں اور انشاء اللہ وہ امت اسلامیہ کے مفادات پر متفق ہو سکیں اور وہ دیکھیں کہ آج امت اسلامیہ کو کس چیز کی ضرورت ہے، کس سے دشمنی کرنی چاہیے، کس سے کس طرح دشمنی کرنی چاہیے اور کیسے دوستی کرنی چاہیے؟ بات چیت اور گفت و شنید کے دوران ان رجحانات پر اتفاق کریں اور اس سمت میں آگے بڑھیں۔ معنی یہ ہے: مستکبرانہ سازشوں کے خلاف اشتراک عمل کا قیام۔

یقیناً استکباری دنیا کے ہمارے خطے اور ہمارے ممالک کے بارے میں واضح منصوبے ہیں۔ یہ اسلامی خطہ ایک بہت اہم خطہ ہے۔ اگر ہمارا خطہ حساس ترین نہیں ہے تو دنیا کے حساس ترین خطوں میں سے ایک ہے، اگر ہمارا خطہ اگر امیر ترین نہیں تو دنیا کے امیر ترین خطوں میں سے ایک ہے۔ وسطی ایشیا، مغربی ایشیا اور شمالی افریقہ جو کہ اسلامی خطہ ہے۔ یہ ایک بہت اہم علاقہ ہے۔ استکبار اور مستکبرانہ پالیسیوں کے پردے کے پیچھے موجود طاقتیں، یعنی کمپنیاں، کارٹلز اور بین الاقوامی ٹرسٹ، اس خطے کے لیے ایک منصوبہ رکھتی ہیں۔ آئیے ان کے منصوبوں سے نمٹنے میں آپسی تعاون کریں۔ یہ اتحاد کا مفہوم ہے۔ ہم نے عالم اسلام کے سامنے یہ تجویز پیش کی اور ہم نے عالم اسلام سے اس کا مطالبہ کیا۔

یہاں ایک بنیادی نکتہ ہے جسے نظرانداز نہیں کیا جانا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ آج یہ بات زیادہ واضح ہوتی جا رہی ہے کہ دنیا کی سیاسی نقشہ اور صف بندی بدل رہی ہے۔ آج یہ بات زیادہ واضح ہوتی جارہی ہے کہ دنیا کا سیاسی نقشہ بدل رہا ہے۔ یک قطبی ہونے اور ایک طاقت یا دو طاقتوں کے ممالک اور قوموں اور اس طرح کے معاملات میں زبردستی کرنے کا معاملے نے اپنی حیثیت کھو دی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ قومیں بیدار ہو چکی ہیں۔ یک قطبی نظام کو مسترد کر دیا گیا ہے اور آہستہ آہستہ مزید مسترد ہوتا جا رہا ہے۔ آج آپ عالمی سطح کے سیاستدانوں سے یہ لفظ اکثر سنتے ہیں کہ ہم یک قطبی نظام کو نہیں مانتے۔ یک قطبی (یونی پولر) سسٹم کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ، مثال کے طور پر، فرض کریں کہ امریکہ بیٹھ کر عراق یا شام کے لیے یا ایران کے لیے یا لبنان کے لیے یا کسی خاص [ملک] کے لیے کوئی منصوبہ بناتا ہے کہ "تمہیں یہ کرنا چاہیے، یہ ہونا چاہیے، یہ کرنا چاہیے۔ یہ نہیں کرنا چاہیے" ؛ کبھی اسے کہے ، کبھی نہ کہے، لیکن اس طرح عمل کرے۔ آج کل ایسا ہی ہے۔ وہ ممالک کے لیے منصوبے بناتے ہیں اور اپنی قوتوں کو متحرک کرتے ہیں۔

ان کے پاس ایک منصوبہ ہے ؛ استکبار کا ایک منصوبہ ہے۔ [لیکن] یہ بدل رہا ہے۔ دھیرے دھیرے، ملکوں، قوموں اور مختلف خطوں پر عالمی استکبار کے تسلط کی یہ کیفیت بدل رہی ہے۔ بالکل اسی طرح جو تبدیلی نوآبادیاتی

مخالف تحریکوں کے دوران 20ویں صدی کے وسط میں ہوئی، جب ممالک براہ راست استعمار کے خلاف یکے بعد دیگری اٹھ کھڑے ہوئے - ایشیا میں ایک طرح، افریقہ میں ایک طرح، لاطینی امریکہ میں ایک طرح - کہ سیاسی دنیا کے نقشے میں بڑی تبدیلی آئی، آج بھی ایک بڑی تبدیلی آرہی ہے۔ اقوام کے خلاف عالمی استکبار کی یہ مخفی اور خاموش تحریک قوموں کے نقطہ نظر میں دھیرے دھیرے واضح طور پر اپنا جواز کھو رہی ہے۔ یہ شروع میں تو قابل قبول نہیں تھا، لیکن قوموں کی اپنی رائے اس حوالے سے بدل رہی ہے۔ ایک نئی صورتحال پیدا ہوگی، ایک نئی دنیا ابھرے گی۔ ہم شاید یہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ یہ نئی دنیا کیسی ہوگی، لیکن ہمیں یقین ہے کہ ان سالوں کے دوران ایک نئی دنیا بتدریج تشکیل پائے گی۔ تو اس نئی دنیا میں امت اسلامیہ کا مقام کہاں ہے؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔

امت اسلامیہ [یعنی] ڈیڑھ ارب سے زیادہ انسانوں پر مشتمل ہماری اس عظیم اور روشن علمی تاریخ کے ساتھ - ہاں، ہم پچھلی چند صدیوں میں علمی طور پر زوال کا شکار ہوئے، لیکن اس سے پہلے سائنس کا عروج ہمارا تھا۔ یہ ہمارا ورثہ ہے۔ یہ ہمارے اختیار میں ہے - قدرتی وسائل رکھنے کیوجہ سے، انسانی وسائل رکھنے کیوجہ سے، جدت کے لیے نئے محرکات کیوجہ سے ؛ ان خصوصیات کے ساتھ عالم اسلام اور امت اسلامیہ کا مقام کہاں ہے؟ ابھرنے والی اس نئی دنیا میں ہم کہاں کھڑے ہوں گے؟ ہمارا مقام اور ہماری موجودگی کہاں ظاہر ہوگی؟ یہ بہت اہم ہے ؛ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر امت اسلامیہ کو سوچنا چاہیے۔ یہ واقعات جو مغربی دنیا میں پیش آرہے ہیں، یورپ میں ہورہے ہیں، یہ واقعات معمولی نہیں ہیں ؛ یہ ایک بڑی تبدیلی کی نشاندہی کرتے ہیں۔

ہم ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں. ہم، امت اسلامی، ہم اسلامی ممالک اور اسلامی اقوام نئی دنیا میں جو بتدریج شکل اختیار کر رہی ہے ایک اعلیٰ مقام حاصل کر سکتے ہیں، ہم ایک نمونہ عمل کے طور پر کھڑے ہو سکتے ہیں، ہم ایک رہنما کے طور پر کھڑے ہو سکتے ہیں، لیکن ایک شرط پر ؛ شرط کیا ہے؟ اتحاد، تقسیم نہ ہونا، دشمنوں کے فتنوں سے نجات، امریکہ کے فتنے، صیہونیوں کے فتنے، انکی کمپنیوں کے فتنے ؛ ان کے شیطانی وسوسون سے [چھٹکارا پانا] جو کبھی کبھی اندرونی عناصر سے سننے کو ملتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی دنیا میں، اسلامی دنیا کے اندر سے لوگ وہی الفاظ دہراتے ہیں جو ان کے الفاظ ہیں، وہی کہتے ہیں۔ آئیے اتحاد سے، تقسیم کو رد کرکے، اندرونی ہم آہنگی کے ذریعے ان برائیوں سے نجات حاصل کریں۔ یہ اسکی شرط ہے۔ اگر ہم اس شرط کو نافذ کر لیں تو یقیناً ہم مستقبل کی دنیا میں اور دنیا کے سیاسی جغرافیہ کے مستقبل کی شکل میں امت اسلامیہ کو ایک اعلیٰ مقام پر فائز کر سکیں گے۔

کیا یہ ممکن ہے؟ کچھ ایسے بھی ہیں جو تمام اہم مسائل میں ان کا نقطہ نظر اور ان کا پہلا ردعمل نفی، انکار اور مایوسی ہے: "جناب! یہ نہیں کیا جا سکتا، یہ بیکار ہے۔" ہم اسے قبول نہیں کرتے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ ممکن ہے۔ اسلامی ممالک کے درمیان اتفاق اور اتحاد ممکن ہے لیکن اس کے لیے کام کی ضرورت ہے، عمل کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا، ہم اسلامی ممالک کے سیاست دانوں اور حکمرانوں سے مایوس نہیں ہیں، لیکن ہماری سب سے بڑی امید عالم اسلام کے خواص سے ہے۔ یعنی جیسا کہ ہم نے کہا، علمائے دین سے، دانشوروں سے، یونیورسٹی کے پروفیسروں سے، روشن خیال نوجوانوں سے، دانشوروں سے، ادیبوں سے، شاعروں سے، صحافیوں سے ؛ ہماری امید ان سے ہے ؛ انہیں آزادی کا احساس کرنا چاہیے، ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے، فرض کا احساس ہونا چاہیے۔ جب خواص کسی راستے میں داخل ہوتے ہیں تو وہ رائے عامہ کو اس طرف لے جاتے ہیں۔ جب کسی ملک میں رائے عامہ بنتی ہے، ملک کی انتظامیہ کی پالیسیاں زبردستی اس سمت میں آگے بڑھتی ہیں، یہ ناگزیر ہوتا

ہے۔ لہذا، یہ ممکن ہے ؛ یہ قابل عمل ہے، لیکن یہ عمل کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ عمل کے بغیر، دنیا میں کچھ بھی نہیں، نہ دنیاوی کامیابیاں، اور نہ ہی دنیاوی اور الہیٰ کامیابیاں ممکن ہیں: لَیسَ لِلاِنسانِ اِلا ما سَعیٰ ؛ (7) کوشش کرنی چاہیے، عمل کرنا چاہیے۔ [اگر] ہم عمل کریں تو یہ ممکن ہے۔

اب میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔ ایک چھوٹی سا نمونہ ہم ہیں۔ ہم بڑی طاقتوں کے خلاف کھڑے تھے۔ ایک دن یہ دنیا دو بڑی طاقتوں کے ہاتھ میں تھی: امریکہ کی طاقت اور سابق سوویت یونین کی طاقت۔ درجنوں مسائل پر اختلاف رکھنے والی دونوں طاقتیں ایک مسئلے پر متفق تھیں اور وہ اسلامی جمہوریہ کی مخالفت تھی۔ امریکہ اور سابق سوویت یونین تمام تر اختلافات کے باوجود اسلامی جمہوریہ کی مخالفت میں متحد تھے۔ امام خمینی رح ان کے سامنے کھڑے ہوئے، ہمت نہ ہاری، اور صاف صاف فرمایا: نہ مشرق، نہ مغرب۔ نہ یہ، نہ وہ۔ ہوگیا ان کا خیال تھا کہ یہ ممکن نہیں، ان کا خیال تھا کہ وہ اس پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے، آج یہ پودا ایک تناور درخت میں تبدیل ہو گیا ہے۔ یہ سوچنا بھی غلط ہے کہ کوئی اسے اکھاڑ سکے گا! ہم کھڑے ہوئے اور آگے بڑھ گئے۔ یقینا، یہ مشکل ہے ؛ تمام چیزیں مشکل ہیں ؛ یہ مشکل کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ جو ہتھیار ڈال دیتے ہیں، ان پر بھی مشکل آتی ہے۔ مشکل صرف کھڑے ہونے میں ہی نہیں ہے ؛ ہتھیار ڈالنا بھی مشکل ہے، اس فرق کے ساتھ کہ جب کوئی شخص کھڑا ہوتا ہے تو اس کی سختی اسے آگے بڑھاتی ہے - ہم جدوجہد کرتے ہیں، لیکن ہم آگے بڑھتے ہیں - وہ جو ہتھیار ڈالتا ہے، وہ بھی سختی جھیلتا ہے، پیچھے ہٹتا ہے اور ترقی نہیں کرتا۔ لہذا، ہماری رائے میں ؛ کام کرنا ممکن ہے، کوشش ممکن ہے، تمام تر اختلافات کے باوجود امت اسلامیہ میں اسلام اور قرآن کے مطلوبہ اتحاد کی طرف بڑھنا ممکن ہے۔

ٹھیک ہے، کچھ فاصلے قومی ہیں، کچھ نسلی ہیں، کچھ لسانی ہیں، یہ اہم نہیں ہیں ؛ میری رائے میں، آج ہمیں سب سے زیادہ جس چیز پر بھروسہ کرنا چاہیے وہ مذہبی مسئلہ ہے۔ شیعہ اور سنی کی بحث ہمیں اختلاف رائے اور مذہبی اختلافات کو تصادم کا باعث نہیں بننے دینا چاہیے۔ ہمیں نہیں اجازت دینی چاہیے۔ ایسی چیزیں جو تنازعات کا باعث بنتی ہیں، ہمیں اسے روکنا چاہیے، ہمیں سنجیدگی سے روکنا چاہیے۔ آپ دیکھیں کہ اب امریکی اور برطانوی سیاست دان اپنے اپنے خصوصی حلقوں میں شیعہ اور سنی بحث میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہ بہت خطرناک چیز ہے، بہت خطرناک ہے۔ جو لوگ اسلام کے مخالف ہیں، نہ وہ شیعہ کے ساتھ اچھے ہیں نہ سنی کے ساتھ، وہ [شیعہ اور سنی] بحث میں داخل ہو چکے ہیں۔

میں نے ایک بار "انگریزی شیعہ" اور "امریکی سنی" کہا ؛ (8) کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم انگریزی شیعہ کہتے ہیں تو اس کا مطلب انگلستان میں رہنے والا شیعہ ہے۔ انہوں نے اس قسم کا جھوٹ پھیلایا نہیں، انگریزی شیعہ خود اسلامی ملک میں بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن سوچ برطانیہ سے لیتا ہے ؛ یعنی شیعہ جو تنازعات کو ہوا دیتا ہے، سنی جو تنازعات کو ہوا دیتا ہے۔ داعش کی طرح اور وہابیوں کی طرح جو لڑائیاں کرتے ہیں۔ یا تکفیری جو کہتے ہیں کہ یہ کافر ہے، وہ کافر ہے۔ ان کا صرف نام مسلمان ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ انفرادی اسلامی اصولوں کی پیروی کرتے ہوں، لیکن وہ دشمن کی خدمت میں آگے بڑھ رہے ہیں۔

اختلاف پیدا کرنے والا دشمن کی خدمت میں ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کسی بھی عہدے پر ہو، کسی بھی مقام پر ہو، کسی بھی ملک میں ہو۔ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں، ہم اس پر گہرائی سے اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہم نے ان لوگوں کے خلاف، جنہوں نے شیعہ مذہب کے حامی کے طور پر، سنی بھائیوں کے جذبات کو ابھارا، ہم نے

سنجیدگی سے کاروائی کی۔ اس مسئلے کو عام ہو جانا چاہئے ؛ اتفاق رائے قائم ہونا چاہیے۔ یقیناً دونوں طرف انتہا پسند ہیں۔ شیعہ میں ایسے لوگ ہیں جو یا تو اپنے عقائد کی وجہ سے یا کسی بھی وجہ سے انتہا پسند ہیں، اور سنیوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جو انتہا پسند ہیں۔ انتہا پسندی موجود ہے۔ ہم انتہا پسندوں کی اس شدت پسندی کو اہل مذہب پر الزام لگانے کی وجہ نہ سمجھیں۔ ہمارا اپنا عمل کچھ یوں رہا ہے۔

ہم نے دیکھا کہ وہابیوں نے دو سو سال پہلے ائمہ کی قبروں کو تباہ کر دیا تھا۔ انہوں نے کربلا جا کر سید شہداء ع کی قبر مبارک کو مسمار کیا، لکڑی کیا ضریح تھی، انہوں نے اسے جلایا، انہوں نے مزار کے اندر آگ جلائی، انہوں نے اس سے چائے بنائی، اور چائے پیے یہ ہوا. وہ پھر نجف گئے، لیکن شیخ جعفر کاشف الغطاء مرحوم کی وجہ سے وہ [اندر] نہ آسکے، ان کے پاس ایک لشکر تھا اور طلباء اور دیگر کو متحرک کیا، اور نجف کے گرد ایک دیوار تھی، ایک باڑ تھی ؛ وہ نجف نہیں جا سکے، انہوں نے کوفہ جا کر مسجد کوفہ میں بہت سے لوگوں کا قتل عام کیا جو شیعہ تھے۔ ان کی وجہ سے شیعہ علماء، شیعہ عمائدین، اور شیعہ حکام نے سنیوں پر الزام نہیں لگایا ؛ نہیں، یہ انتہا پسند تھے جنہوں نے ایسا کیا۔ خود ہمارے دور میں داعش عراق میں ایک طرح سے، شام میں ایک طرح سے، حال ہی میں افغانستان میں بھی وہی کیا، وہ بچوں کے اسکولوں کو بھی نہیں بخشتے۔ وہ لڑکیوں کے اسکول، لڑکوں کے اسکول کو اڑا دیتے ہیں، گھرانوں کو اپنے بچوں پر رلاتے ہیں۔ وہ یہ کام کرتے ہیں، لیکن ہم سنیوں پر کسی طرح کا الزام نہیں لگاتے۔ یہ ایک طرح کے انتہا پسند ہیں۔ دوسری طرف بھی ایسا ہی ہونا چاہئے ؛ کچھ لوگ انتہا پسند ہوسکتے ہیں، لیکن شیعہ برادری کو انتہا پسندی کا مورد الزام نہیں ٹھہرانا چاہیے۔ اس میدان میں کام کیا جانا چاہیے ؛ عالم اسلام کو کام کرنا چاہیے۔

ہم اس تفرقہ کی وجہ سے مار کھا رہے ہیں۔ ہمیں فلسطین میں مارا پیٹا جاتا ہے، ہمیں مختلف ممالک میں مارا جاتا ہے۔ فلسطین میں آئے روز لوگ مارے جا رہے ہیں۔ وہ چھوٹے بچوں کو مارتے ہیں، وہ نوجوانوں کو مارتے ہیں، وہ نوعمروں کو مارتے ہیں، وہ بڑوں کو مارتے ہیں، وہ انہیں جیل میں لے جاتے ہیں، وہ ہزاروں لوگوں کو جیلوں میں اذیت دیتے ہیں۔ یہ ہو رہا ہے، اور ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے۔ میانمار میں ایسا ہی ہے، دوسری جگہوں پر بھی ایسا ہی ہے۔ یہ سخت ہے، یہ امت اسلامیہ کے لیے [سخت] ہیں۔ عَزیزٌ عَلَیهِ ما عَنِتُّم ؛ یہ حقائق نبی ص کو تکلیف دیتے ہیں۔ آپ کو ان کے لئے سوچنا اور کوشش کرنا ہوگی۔ قرآن نبی ص سے کہتا ہے: قُل یا اَهلَ الکِتابِ تَعالَوا اِلیٰ کَلِمَةٍ سَواءٍ بَینَنا وَ بَینَکم۔ اہل کتاب مسلمان بھی نہیں ہیں لیکن ہمارے درمیان ایک چیز مشترک ہے اور وہ ہے توحید۔ کیونکہ توحید تمام مذاہب میں موجود ہے۔ توحید تمام مذاہب کی بنیاد ہے: اَلا نَعبُدَ اِلَّا الله پیغمبر اکرم ص، اسلام اور دوسرے مذاہب کے درمیان ایک ہی مشترک خصوصیت کا استعمال کرتے ہیں، یعنی قرآن یہ کہنے کی ہدایت کرتا ہے: تَعالَوا اِلیٰ کَلِمَةٍ سَواءٍ بَینَنا وَ بَینَکم اَلا نَعبُدَ اِلَّا اللهَ وَ لا نُشرِکَ بِهِ شَیئًا وَ لا یَتَّخِذَ بَعضُنا بَعضًا اَربابًا مِن دونِ الله ؛ (9) غیر مسلم سے اس طرح کہو! ٹھیک ہے، ہم مسلمانوں میں یہ سب کچھ مشترک ہے: ایک کعبہ، ایک قبلہ، ایک نماز، ایک حج، ایک عبادت، ایک نبی ص، پوری اسلامی دنیا میں اہل بیت ع کی محبت۔ یہ ہماری مشترکہ خصوصیات ہیں ؛ ہمیں ان مشترکہ خصوصیات سے غفلت نہیں کرنی چاہئے۔

ہم نے اب تک کوشش کی ہے ؛ ہم نے اس میدان میں اب تک ہر ممکن راستہ استعمال کیا ہے، اور ہم اسے مستقبل میں بھی استعمال کریں گے۔ ہم نے فلسطینی بھائیوں کی، جو تمام سنی ہیں، کی ہر طرح سے حمایت کی ہے۔ ہم نے سیاسی اور عملی حمایت کی ہے، حمایت جاری رکھیں گے۔ اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جو چیز ہمارے لیے اہم ہے وہ ہے اسلامی تحریک اور [اسلامی] نظام ہے۔ یہ مزاحمتی محاذ جو آج اسلامی دنیا

میں تشکیل پا چکا ہے، اللہ کا شکر ہے، اسے ہماری حمایت حاصل ہے، ہم اس کی جتنی ہوسکے حمایت کرتے ہیں۔ ہمارے پاس جو بھی طاقت ہے، ہم ان کا ساتھ دیں گے، ہم آگے بھی کریں گے، اس سے پہلے بھی کر چکے ہیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے، ہم اس راستے پر آگے بڑھنے کے قابل ہوں، اور ہم اس عظیم تمنا کو پورا کرنے کے قابل ہو جائیں جو اسلام کے بزرگوں کی عظیم خواہش تھی اور یہ یقیناً پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ روح کی آرزو ہے، انشاء اللہ، اسے عملی بناتے ہیں یعنی اسلامی اتحاد کا قیام۔

والسّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

(1) اس ملاقات کی ابتدا میں صدر مملکت حجۃ الاسلام و المسلمین سید ابراہیم رئیسی نے تقریر کی۔ چھتیسویں بین الاقوامی وحدت اسلامی کانفرنس، 12 اکتوبر 2022 سے تہران میں شروع ہوئی۔

(2) سورۂ احزاب، آیت 21، بے شک تمہارے لیے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی ذات میں (پیروی کے لیے) بہترین نمونہ موجود ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جو اللہ (کی بارگاہ میں حاضری) اور قیامت (کے آنے) کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بکثرت یاد کرتا ہے۔

(3) سورۂ توبہ، آیت 128، (اے لوگو!) تمہارے پاس (اللہ کا) ایک ایسا رسول آگیا ہے جو تم ہی میں سے ہے جس پر تمہارا زحمت میں پڑنا شاق ہے، وہ تمہاری بھلائی کا حریص ہے اور ایمان والوں کے ساتھ بڑی شفقت اور مہربانی کرنے والا ہے۔

(4) سورۂ آل عمران، آیت 118، اے ایمان والو! اپنے (لوگوں کے) سوا دوسرے ایسے لوگوں کو اپنا جگری دوست (رازدار) نہ بناؤ جو تمھیں نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ جو چیز تمھیں مصیبت و زحمت میں مبتلا کرے وہ اسے پسند کرتے ہیں۔

(5) سورۂ انفال، آیت 46، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم کمزور پڑ جاؤگے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

(6) نہج البلاغہ، خطبہ نمبر 192

(7) سورۂ نجم، آیت 39، اور انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

(8) پیغمبر ختمی مرتبت اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے یوم ولادت کے موقع پر اسلامی نظام کے عہدیداران اور وحدت اسلامی کانفرنس کے شرکاء سے خطاب (17/12/2016)

(9) سورۂ آل عمران، آیت 64، (اے رسول!) کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے

اور تمھارے درمیان مشترک اور یکساں ہے (اور وہ یہ کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا رب نہ بنائے۔